نور عفیفہ سیّد
پی ایچ ڈی اسکالر
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر بی بی امینہ
اسسٹنٹ پروفیسر
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

مرزا اطہر بیگ کے ناول ”غلام باغ“ میں جادوئی حقیقت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

ABSTRACT

An Analytical Study of Magical Realism in Mirza Athar Baig's Novel *Ghulam Bagh*

By Noor Afifa Syed, PhD Scholar, Dept. of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Dr. Bibi Ameena, Asst. Prof. Dept. of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Mirza Athar Baig's novel Ghulam Bagh is a unique novel that combines astonishment and reality in its story. Through his distinctive style and unique subjects, Mirza Athar Beg has established his own identity in literature. The cultural and civilizational collapse that occurred after the global wars of the 20th century profoundly affected the human mind. As a reaction, a technique was introduced in literature and arts that kept the human mind away from reality. Magical realism is also a product of that era, which was used in creative works to depict post-colonial and post-modern conditions in Latin America and later in Europe. In magical realism, supernatural, extraordinary, and unseen experiences are presented in a way that they appear to be real, and the reader's mind accepts them. The analysis of Ghulam Bagh incorporates the elements of magical realism. This novel contains numerous elements of magical realism, including a plot filled with forgotten stories, extraordinary characters, events, and the coexistence of the real and supernatural worlds, the manipulation of time, and the use of dreams. The strange and unusual events and characters in Ghulam Bagh are rooted in our cultural and religious beliefs, which are presented in a magical and divine manner.

Like Latin American writers, Mirza Athar Baig has used this style to present political, social, and post-colonial realities and the unevenness of post-modernism.

Keywords: Mirza Athar Baig. Ghulam Bagh. Post Modernism. Magical Realism.

بیسویں صدی میں ہونے والے سیاسی، سماجی اور معاشرتی بحران، عالمی سطح پر ہونے والی دو عظیم جنگوں اور سائنسی ایجادات نے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ جس کے نتیجے میں انسان کی داخلی زندگی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی اور انسان کی جگہ اس کی بنائی ہوئی اشیا نے لے لی۔ یوں صدیوں پر محیط انسانی تہذیب اور ثقافت کے نظام کا شیرازہ بری طرح بکھر گیا۔ اس صدی کے سیاسی، سماجی انتشار اور بحران نے ادب وفنون پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ تب ادیبوں نے انسانی اضطراب، بے چینی، نفرت، تنہائی اور انتقامی کیفیات کے اظہار کے لیے ادب اور فنون میں ایسی تکنیک کا استعمال شروع کیا جس کے ذریعے انسانی ذہن کو حقیقت سے دور رکھا جا سکے۔ اظہار کے ان طریقوں میں سے ایک جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری جسے انگریزی میں (Magical Realism) کہا جاتا ہے۔ اس کی اصطلاح کو جرمن نقاد فرانز رو (Franz Ro) نے ۱۹۲۵ میں پیش کیا۔ فرانز رو نے اس دور کے جرمن مصوروں کی تصویروں کا، جو حقیقت پسندی اور ماورائے حقیقت خصوصیات کی حامل تھیں، جائزہ لینے کے لیے اس اصطلاح کو استعمال کیا تھا۔

جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں میگی این بورز (Maggie Ann Bowers) اپنی کتاب (Magical realism) میں لکھتے ہیں:

سب سے پہلے جادوئی حقیقت نگاری کی اصطلاح بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جرمنی کے جمہوریہ ویمرے مصوروں کے لیے استعمال کی گئی جو معروضی حقیقت کے پیچھے زندگی کے اسرار و رموز کو گرفت میں لے لیتی ہے۔(۱)

بطور ادبی اصطلاح جادوئی حقیقت نگاری کا آغاز لاطینی امریکا سے ہوا۔ ۱۹۲۷ میں جب فرانز رو کی کتاب کا (Revista de Occidente) کے نام سے ترجمہ ہوا تو اس کا چرچا پورے یورپ میں پھیل گیا تب وہاں کے ادیبوں میں اس تکنیک کے استعمال کا رجحان سامنے آنے لگا۔ جادوئی حقیقت نگاری نے ادب میں عروج اس وقت پایا جب وسطی اور جنوبی امریکا کے لکھاریوں نے اسے فکشن میں استعمال کیا۔ گبریل گارشیا مارکیز (Gabriel Garcia Marquez) کا ناول One Hundred Years Of solitude اس تکنیک کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس میں توہمات اور مبالغہ آرائی کے ذریعے لاطینی امریکا کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی شکست وریخت کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں جادوئی حقیقت نگاری کے تحت بہت سے ناول لکھے گئے۔ جن میں پیٹرک سسکن (Patrick Susskind) کا ناول Perfume جادوئی حقیقت

نگاری کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔اس میں ایسے کردار پیش کیے گئے ہیں، جو غیر معمولی قوتِ شامہ کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ نوجوان حسین لڑکیوں کو قتل کر کے ان کے بدن سے محسور کُن پرفیوم تیار کرتے ہیں۔ اس ناول کو فلمایا بھی گیا ہے جس کے بعد اس کی شہرت میں بہت اضافہ ہوا(۲)۔سہیل احمد جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

کیوبا کے معروف ناول نگار الخیو کار پینٹیر نے جادوئی حقیقت پسندی کی تکنیک کے بارے میں کہا تھا:"حقیقی زندگی میں عجیب وغریب واقعات کے بیان کے سوا امریکا کی کہانی ہے ہی کیا" لاطینی امریکا کے جدید فکشن کی خصوصیات کا تعین کرنے کے لیے جادوئی حقیقت کی اصطلاح ابتدا میں امریکی نقاد نے استعمال کی۔سیاسی آزادی کے ساتھ نو یافتہ ادبی خود مختاری اپنے جلو میں ناول کا زبردست سیلاب اور زرخیز بہاؤ ساتھ لائی۔(۳)

جادوئی حقیقت نگاری نثری تکنیک ہے جو حقیقت پسندی پر انحصار کرتی ہے اس میں لکھاری جادوئی واقعات کو حقیقت میں سمو کر ایسے پیش کرتا ہے کہ وہ واقعات حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں اور انسانی ذہن انھیں قبول کر لیتا ہے۔" جادوئی حقیقت نگاری کا طریقہ روایت کے مطابق حقیقت ہو سکتا ہے۔مگر بنیادی فرق غیر حقیقی عناصر دیو مالائی داستان اور خیالی تصورات وغیرہ کا ہے جو حقیقت نگاری کے فن پر پورے اترتے ہیں"(۴)۔

جادوئی حقیقت نگاری میں جادو اور روزمرہ عام جادو کی اصطلاح میں فرق بیان کرتے ہوئے عبدالعزیز ملک لکھتے ہیں:

''جادوئی حقیقت نگاری میں جادو کا مطلب وہ نہیں ہے جو روزمرہ میں کہا جاتا ہے۔ بلکہ جادو سے مراد زندگی کے اسرار و رموز ہیں جنھیں حقیقت سے ممزوج کر کے پیش کیا جاتا ہے۔زندگی کے ان اسرار و رموز کو پیش کرتے ہوئے تخلیق کار ایسی صورت حال سامنے لاتا ہے جس میں غیر متوقع طور پر چیزیں گم ہونا شروع ہوتی ہیں، ماورائے عقل واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل کردار اس کا حصہ بنتے ہیں۔''(۵)

جادوئی حقیقت نگاری بیانیہ کا ایک طریقۂ کار ہے جس میں جادوئی اور حقیقی دو متضاد دنیاؤں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اس میں غیر فطری واقعات فطری دنیا سے ہم آہنگ کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔فنی اعتبار سے اس تکنیک کا دارومدار حقیقت پسندی پر ہوتا ہے جس میں مافوق الفطرت عناصر سے طلسمی فضا بنائی جاتی ہے۔آکسفرڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''یہ جدید عہد میں فکشن کی ایسی تکنیک ہے جس میں بیسویں صدی کی بدلتی صورت حال کا احاطہ کرنے کے لیے فکشن میں کرداروں کو ماورائے حقیقت صفات مثلاً ٹیلی پیتھی،

ہوا میں اڑنا اور ذہنی طاقت کا اطلاق وغیرہ دی گئی ہیں۔''(۶)

جادوئی حقیقت نگاری میں غیر فطری واقعات اور اشیا کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ معروضی حقیقت کا حصہ محسوس ہوتے ہیں۔ جادوئی حقیقت نگاری کے ایک نمایاں اور اہم نظریہ ساز کرسٹوفر وارنس (Christopher Warnes) نے اپنی کتاب *Magical Realism and Post-Colonial Novel* میں جادوئی حقیقت نگاری کے مختلف پہلو بیان کیے ہیں، جن میں ایک الٰہیاتی دوسرا علمیاتی ہے۔ الٰہیاتی جادوئی حقیقت نگاری کے لیے مواد ثقافتی اور اخلاقی اقدار سے لیا جاتا ہے جس کی مثالیں گارشیا مارکیز کے ناول *One Hundred Years of Solitude* میں ملتی ہیں جب کہ علمیاتی جادوئی حقیقت نگاری میں مواد کا تعلق سائنسی علمی نوعیت کا ہوتا ہے جس میں کسی بھی سائنسی ایجاد کو انسانی قالب میں ڈھال کر اس کی اہمیت انسان کی جگہ پر دکھائی جاتی ہے۔ جیسے امیتابھ گھوش کے ناول *The Calcutta Chromosome* میں کمپیوٹر کو ایک شخصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔(۷)

جادوئی حقیقت نگاری میں بنیادی خصوصیت دیو مالائی، لوک کہانیوں اور مافوق الفطرت عناصر کے ذریعے اسلوب اور متن کو اجنبی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری کے عناصر کے حوالے سے جے۔ اے کڈن لکھتے ہیں:

> ''بیانیہ میں تخیلاتی اور حقیقی دنیا کا امتزاج، واقعات کا ایک ہی لمحے میں مختلف جگہوں پر رونما ہونا، کہانی کا بھول بھلیوں سے بھرا ہوا پلاٹ، خوابوں، دیو مالا، جنوں پریوں کی کہانیاں، پُر اسرار علوم، تحیر آمیز اور عجیب و غریب عناصر کا استعمال خاص طور پر نمایاں خصوصیات ہیں۔''(۸)

جادوئی حقیقت نگاری پر مبنی تحریریں مافوق الفطری طاقت کی سحر انگیزی کا احساس دلاتی ہیں اور یہ اس طرح متن پر چھا جاتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیا اس پر یقین کرنا چاہیے کہ وہ واقعی ہو رہا ہے؟ اس میں دو دنیائیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں۔ اس میں واقعات، کردار اور ماحول انسان کی حقیقی دنیا سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس کے عناصر کو عام روزمرہ واقعات، معمولی چیزوں اور عام کرداروں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا پلاٹ مضبوط اور جان دار ہوتا ہے۔ جادوئی اشیا اور مافوق الفطری واقعات کے ذریعے طلسمی فضا بنائی جاتی ہے، جو اسلوب کو اجنبی بنا دیتی ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری وقت کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ اس میں بیک وقت کئی زمانے چل رہے ہوتے ہیں۔(۹)

وقت کے ردّ و بدل، بھوتوں اور جنوں کے ذکر سے ایک پر اسرار فضا تخلیق ہو جاتی ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تکنیک اپنی خصوصیات کی وجہ سے پرانی داستانوں کے اسلوب کی بدلی ہوئی ایک شکل ہے کیوں کہ اردو ادب میں بیانیے کی اس تکنیک کا استعمال ہماری لوک کہانیوں اور دیو مالائی داستانوں میں کیا گیا ہے جس کے ذریعے تھکے ہارے انسانوں کو حقیقی دنیا کی تلخیوں سے دور رکھ کر ایک طلسماتی دنیا کی سیر کروائی جاتی تھی۔ چوں کہ بیسویں صدی

میں داستانیں نہیں اس لیے اب اس تکنیک کا استعمال ناولوں اور افسانوں میں کیا جا رہا ہے اور جن فکشن نگاروں نے اسے برتا ہے ان میں ایک اہم نام مرزا اطہر بیگ کا ہے۔

مرزا اطہر بیگ (۷ مارچ ۱۹۵۰) پاکستان سے تعلق رکھنے والے دور حاضر کے نمایاں ناول نگار، ڈراما نگار، افسانہ نگار اور فلسفے کے پروفیسر ہیں، عمیق اور سنجیدہ شخصیت کی طرح ان کے سنجیدہ اور فلسفیانہ مضامین سے مزین ناولوں نے اردو فکشن کے جدید رجحانات میں نئے مباحث کو متعارف کروایا ہے۔ غلام باغ ان کا پہلا ناول ہے، جو ۲۰۰۶ میں منظر عام پر آیا۔ یہ ناول موضوع اور اپنی متنوع تکنیک کے لیے اردو ادب میں اپنی الگ اور منفرد پہچان بنا چکا ہے۔ یہ ناول ہندوستانی تہذیب، نو آبادیاتی سوچ اور اثرات کی نمائندگی کرتا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری کے بیش تر عناصر نو آبادیاتی ممالک کے مصنّفین اپنی ثقافت سے اخذ کرتے ہیں۔ ناول غلام باغ پر بھی تاریخیت کا عنصر چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے اس میں غلام باغ کو تاریخ مقام کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اسی مقام کے اردگرد مصنف ایسے ماورائے عقل واقعات اور انوکھے کردار پیش کرتا ہے جو ناول کے اسلوب اور فضا کو اجنبی اور طلسمی بنا دیتے ہیں۔ یہی عجیب وغریب واقعات اور انہونی کہانیاں جادوئی حقیقت نگاری کی عکاسی کرتی ہیں۔ غلام باغ میں فطری اور جادوئی دنیائیں ساتھ ساتھ چلتی نظر آتی ہیں۔

ناول غلام باغ میں حقیقی اور غیر حقیقی واقعات کی بھول بھلیوں سے پیچیدہ اور بے ترتیب پلاٹ تیار کیا گیا ہے۔ واقعات کے پھیلاؤ اور کرداروں کے ردوبدل سے غیر فطری صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جو ناول کی بنت کو متاثر کرتی ہے۔ ناول غلام باغ میں جنم کھنڈر سے لے کر انعام گڑھ کا تہذیبی اور اساطیری منظر نامہ، یاور حسین کا گنجینہ نشاط یا جل پتھری واسا اور چٹا سائیں کی جزئیاتی تفصیلات وغیر اس طرح کے بیشتر عجیب وغریب واقعات اور کردار حقیقی دنیا میں اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں جن کو قاری پڑھ کر طلسمی دنیا میں کھو جاتا ہے یہی جادوئی حقیقت نگاری کا خاصا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری میں تصوراتی دنیا اور وقت کے ہیر پھیر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ناول غلام باغ میں مرزا اطہر بیگ اس داستان گو کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو ہر کہانی اور واقعہ، جسے بیتے صدیاں گزر گئی ہوں جزئیات سمیت ایسے بیان کرتے ہیں جیسے وہ ان تمام واقعات کو چشمِ تصور سے دیکھ رہے ہوں۔ تاریخیت کے ایک خانے میں کبیر مہدی اپنے نیلے رجسٹر میں معلوم سے نامعلوم دنیا کی سیر کرتا ہے جہاں وقت، مقام اور کردار سب بدل جاتے ہیں:

میرا ذہن گزری صدی کی ایک تاریک رات میں تھا۔ میں امیر علی ٹھگ کے گروہ کے ہمراہ تھا بدری ناتھ، حسین بخش، ارجن سنگھ، رحمت خان۔۔۔ گنگا کے کنارے پڑاؤ ڈالا گیا دریاں بچھی تھیں۔۔۔۔۔ یقیناً بھوانی ہماری مددگار تھی۔ پھر گڑھا کھودا گیا اور لاشے دبا کر اوپر مٹی ڈالی گئی تھی۔ اوپر آگ جلائی گئی اور دو دن ہم نے اس جگہ کے اوپر قیام کیا۔ مٹی سخت ہوئی راکھ پھیل گئی۔ کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ نیچے کالی کے شکار دفن ہیں۔(۱۰)

ٹھگوں کی کہانی میں مرزا اطہر بیگ ان کی اساطیری اور روایتی پس منظر کو بیان کرتے ہیں۔ یہ الہامی اور معجزاتی

اصطلاحات ثقافتی اور مذہبی عقائد کا حصہ ہیں جن پر لوگوں کا پختہ یقین ہوتا ہے۔اس طرح کے خیالات جسے قاری قبول کرے''الٰہیاتی جادوئی حقیقت نگاری'' کی ذیل میں آتے ہیں۔اس میں ثقافتی اور مذہبی عقائد جو ماورائے عقل ہوں اور وہاں کے لوگوں کے ذہن میں پیوستہ ہوں ان کو حقیقی انداز میں پیش کر کے ان کا فلسفیانہ مطالعہ کرنا جادوئی حقیقت نگاری کی خوبی ہے۔ ناول غلام باغ میں اس خصوصیت کو پورے اہتمام سے برتا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے مرزا اطہر بیگ جب ٹھگوں کی کہانی سناتے ہیں تو وہ حقیقت میں رچی بسی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ گارشیا مارکیز کے ناول One Hundred years of solitude میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے جہاں ارسلا اور بوئندیا کو خاندان میں شادی کرنے سے منع کیا جاتا ہے کہ ان کے خاندان میں کسی بددعا کے زیرِ اثر عجیب وغریب بچے پیدا ہوتے ہیں اس بددعا کے اثر سے نکلنے کے لیے وہ نئی اور پُراسرار دنیا تخلیق کرتے ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں ناول غلام باغ میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ جہاں مانگر جاتی قبیلہ جو ارزل نسل کہلاتا ہے اپنی کمتری اور تذلیل کا انتقام لینے کے لیے ایک ایسی دنیا تخلیق کرتا ہے جہاں ان کا نیا جنم یاور حسین کی صورت میں ہوتا ہے۔وہ صدیوں سے اپنی نسل پر ہونے والے ظلم وجبر کا انتقام ایک الگ ہی انداز سے لیتا ہے۔ یہ بھورا بچہ یاور حسین جو بادشاہوں کو زیر کرتا ہے:

> ''جو اس نے سنا وہ یہ ہے ایک دن بھورا دریا آسمان سے اترے گا اور زمین کو بھوری
> کرے گا اور وہ بھورے بچے جنے گی۔جن سے ہر ایک کا قد آسمان سے بلند ہوگا۔
> اس کے علاوہ اس نے صرف کچھ لفظ ہیں جو سمجھے ہیں جیسے بھورا بادشاہ۔ پُتلا۔ کانٹا۔
> پھول۔اور بس یہی کچھ ہے۔''(۱۱)

مرزا اطہر بیگ نے غیر فطری واقعات کو حقیقت کے رنگ میں ایسے پیش کیا ہے کہ وہ اجنبی محسوس نہیں ہوتے۔ غلام باغ کے کردار زمان ومکان کی بندشوں سے آزاد ہیں اس میں بیک وقت کئی زمانے چل رہے ہیں ہیں، جہاں نہ وقت کی قید ہے نہ مکاں کی۔ ناول میں لوگوں کا غائب ہونا، وقت کا گھنٹوں میں دوتین دن تک آگے سرک جانا، ایک جگہ سے کسی اور جگہ چلے جانا، اس طرح کے واقعات سے مرزا اطہر بیگ نے ایک طلسمی ماحول تیار کیا ہے جو قاری کو سحر زدہ کر دیتا ہے۔ جیسے کبیر مہدی کا دودن مسلسل سونا، دن رات بارش کا برسنا، ایک ہی رات میں زہرہ، ہاف مین، کبیر اور ناصر کے مکالمے کی آخری رات میں ہاف مین کا ذہنی توازن بگڑنا، یاور ہاؤس کا بکنا، زہرہ کا سراج الدین کی جان بچانے کی کوشش کرنا، زہرہ کا نواب ثریا جاہ نادر کے منھ پر زوردار طمانچہ مارنا کہ اس کے چہرے کے خدوخال کا بگڑ جانا، کبیر کا جل جانا، زہرہ اور کبیر کا یاور ہاؤس کے کمرے میں زمان ومکان سے ماورا ان دیکھی دنیا میں نکل پڑنا وغیرہ۔ غلام باغ کے سب ہی کردار ماورائی اور ان دیکھی دنیا کے مکین معلوم ہوتے ہیں وقت اور مقام کی قید سے آزاد یہ کردار بیٹھے بیٹھے تخیلی دنیا کی طرف نکل جاتے ہیں:

> ''اس کی تصور کی آنکھ سینکڑوں میل دور کھو چٹا سائیں میں جا کھلتی تھی''اس لمحے میں

جب میں سانس لیتا یہ سب کچھ سوچتا ہوں وہاں ننگا افلاطون ہے اور سانس لیتا گڑھ کھاتا وہ اپنے جسم کا رس کھینچ نکالتا ہے۔ اور مٹی پر اچھال دیتا ہے''۔کبیر کسی کی طرف دیکھے بغیر دروازے کے طرف بڑھ گیا۔''(۱۲)

جادوئی حقیت نگاری میں پُر اسرار علوم کا عنصر قابل ذکر ہے اس میں جادوئی عملیات کے ذریعے طلسمی فضا بنائی جاتی ہے۔ناول غلام باغ میں روحانیت، روحیت، کیمیا اور علوم خفی وغیرہ کے علوم کا ذکر ملتا ہے۔ روحیت اور کالے جادو کے علم کے حوالے سے مرزا اطہر بیگ نے اس کے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے، کس طرح یہ شیطانی ذہنیت کے لوگ کالے جادو کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اسی کے ذیل میں بھورے بادشاہ کا کردار کسی پُر اسرار شخص سے کم نہیں ہے۔مانگر جاتی کا یہ آخری عمر رسیدہ شخص اپنی پُر اسرار شخصیت کی طرح جادوئی علوم کا ماہر ہے۔ یہ شخص اپنے قبیلے کے میاں بیوی، کالیہ اور پارو کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے۔مرزا اطہر بیگ نے بھورے بادشاہ، کالیہ اور پارو کے کرداروں سے اس علم کے حامل لوگوں کی ایسی مرقع نگاری کی ہے کہ قاری دنگ رہ جاتا ہے اور اس پر حیرت اور خوف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے:

''پھر یہ اللہ معافی پتا نہیں کیسے کیسے نحس کالے علموں کے چکر میں پڑ گیا۔اس کا تو کچھ بنا نہیں پر مانگر جاتی پر بڑی سختی آئی۔لوگوں کے بچے سوکھے سے مرنے لگے۔تپڑیوں میں اپنے آپ آگ لگ جاتی تھی۔سانپ بیلے میں سے آ کر دیکھتے دیکھتے لوگوں کو ڈس جاتے تھے۔کپڑوں میں بچھو نکلتے تھے اور کاٹتے تھے لوگ نیلے کالے ہو کر مرنے لگتے تھے۔تو یہ آجاتا اور اپنے الٹے علم سے انھیں بچا لیتا تھا۔اس سے اس کی بڑی دہشت بیٹھ گئی۔'' ۱۳

مرزا اطہر بیگ نے جس طرح پُر اسرار لوگوں اور علوم کا ذکر کیا ہے۔ اس سے متن میں اسراریت پیدا ہوتی ہے اور طلسمی دنیا کے دروازے کھلتے جاتے ہیں جہاں حقیقی اور طلسمی دنیا ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہے۔ دراصل جادو ٹونے کے عملیات وعلوم سماج میں پیوست ہیں، جن کے اثرات سے عام آدمی بھی واقف ہوتا ہے۔ سحر و طلسم، جنتر منتر سفلی اور روحانی عملیات جیسے علوم دنیا میں ہر معاشرے کا حصہ ہیں ان علوم کے ذریعے جادوئی حقیقت نگاری کے بیانیے میں اسراریت اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ناول غلام باغ میں سفلی اور جادوئی علوم کے اسرار و رموز کو واشگاف انداز میں بیان کیا ہے، جس کو پڑھنے کے بعد قاری پر حیرت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس میں سفلی، کالے جادو کے علوم کا معاشرے اور انسانی نفسیات پر ہونے والے اثرات کو بیان کیا ہے۔ ناول میں امداد حسین کبیر اور زہرہ کی آنکھوں کی تبدیلی دیکھ کر اسے اپنے بچپن میں کالیے اور پارو کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ جس میں عملیات کے ذریعے شیطانی اور روحانی قوتیں بٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ ناول میں طلسمی علوم اور ان کے اثرات کے تفصیلی ذکر سے متن میں ایک خوف ناک فضا قائم کی گئی ہے۔ اور یہی فضا جادوئی حقیقت

نگاری کا خاصہ ہے:

''وہ دس برس کا تھا جب ان کے گاؤں سوریا گھاٹ میں کالیے اور پارو پر کالے علم اور جادوگری کا الزام لگا تھا۔ دونوں جوان میاں بیوی تھے۔ ٹھاکروں کے ملازم بدری ناتھ نے الزام لگایا تھا کہ اس نے خود مسلمانوں کے قبرستان میں پارو کو کالی جمعرات کی رات بچے کی لاش پر بیٹھی ننگی نہاتی دیکھا ہے۔ کالیا پاس کھڑا تھا بعد میں کالیے نے وہیں پارو کے ساتھ مرد کا کام کیا۔ پنچایت لگی تھی سارا گاؤں اکٹھا تھا... کالیے اور پارو پر اور بھی الزام لگے... شمشان گھاٹ کی راکھ پر شیطانی عمل کر کے لوگوں کا کھلانے کا الزام کہ جس سے وہ سوکھ سوکھ کر مر جاتے۔ پھل دار درختوں کو اپھل کرنے کے لیے جادو کیا ہوا بانجھ عورت کا حیض کا خون جڑوں میں دبانے کا الزام... آخر پنچایت نے فیصلہ دیا کہ دونوں کی کمریں جوڑ کر رسیوں سے باندھ کر زندہ جلا دیا جائے...امداد حسین نے دیکھا تھا جب وہ انھیں زمین پر گرا کر آمنے سامنے سینے جوڑ کر رسیوں سے باندھ رہے تھے اور پھر اٹھا کر چتا میں ڈالنے لگے تھے تو ان کی آنکھیں تھیں۔ جو ایک دوسرے میں گڑی تھیں جیسے وہ وہاں تھے ہی نہیں۔ سوریا گھاٹ وہاں نہیں تھا۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ امداد حسین تھڑے پر بیٹھا بیٹھا لرز گیا۔(۱۴)

غلام باغ کے تمام کردار پر اسرار شخصیت کے حامل ہیں ہر کردار اپنی اصل سے بھاگتا ایک مضطرب کیفیت کا شکار ہے۔ آزادی، غلامی اور خوف کی زنجیروں میں جکڑے یہ سب کردار ان دیکھی دنیا میں نکل جاتے ہیں۔ اپنے وجود کو کسی دوسرے وجود میں مدغم کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ڈاکٹر ناصر جو بچپن سے زندگی کے جبر کا شکار ہے اپنی محرومیوں سے بچنے کے لیے وہ کیڑوں میں سے ایک کیڑا بننے کی خواہش کرتا تھا۔ اسی طرح مانگر جاتی میں بھاگاں کا کردار جو دیکھتے ہی دیکھتے کتیا کا روپ دھار لیتی ہے اور خادم حسین کی بیوی جو ایک بُھوری بلی ہے۔ جو اپنے بچوں کو اپنی کھال میں چھپاتی اور کہتی ہے کہ وہ جنگلی بلا جنے گی جو کتوں کی آنکھیں نکالیں گے۔ جادوئی حقیقت نگاری میں کرداروں کا انسانی جسم سے کسی جانور یا کسی دوسری شے میں ڈھل جانے سے متن میں غیر فطری صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، جو عام زندگی سے مختلف ہوتی ہے اور جسے عقل کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جا سکتا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری کے ذیل میں جون کے بدلنے کا یہ عمل کافکا کے افسانوں اور مارکیز کے ناول میں ملتا ہے:

''بھاگاں بین کرتی انھیں گندی گالیاں دیتی تھی۔ پھر ان کی نظروں کے سامنے بھاگاں کا منھ تو عورت کا رہا اور جسم کتیا کا ہو گیا اور پھر ان کے دیکھتے دیکھتے وہ کا چھرا اور ٹِگل

بھی ننگ دھڑنگ کتے بن گئے اور بھاگاں پر جھپٹ پڑے مانگر مرد عورت شور مچا رہے تھے مگر آگے نہ بڑھتے تھے کہ کتوں کے منھ کون لگے۔''(۱۵)

ناول غلام باغ میں انسانی جسم سے خود کو کسی دوسرے قالب میں ڈھال لینے کے واقعات ہمارے معاشرتی مذہبی عقائد سے جڑے ہوئے ہیں۔ان کرداروں کے ذریعے مرزا اطہر بیگ معاشرے پر طنز کرتے نظر آتے ہیں۔مانگر جاتی کی نسل میں سے ہی یاور حسین کے کردار کے ذریعے جاگیردار طبقے،سیاست دان طبقے اور ہر اس طبقے کو نشانہ بناتے ہیں جو غریب اور کمزور طبقے کے لوگوں کی تذلیل کرتے ہیں۔

غلام باغ میں جادوئی حقیقت نگاری کے ذیل میں بہت سے ماورائے عقل عناصر اور کردار موجود ہیں جس کی وجہ سے پورے ناول میں پر اسراریت چھائی ہوئی ہے۔پر اسراریت اور تحیر کے اس خانے میں نرس مختار اور پیرانائیڈ عورت کی کہانی قابل ذکر ہے۔نرس مختار جو ڈاکٹر ناصر کو ہمیشہ یہ تاثر دیتی ہے کہ وہ سب جانتی ہے۔ڈاکٹر ناصر کی گرفتاری کے بعد اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے،اسپتال کے کیفے میں گھنٹوں چائے کے کپ کو تھامے بیٹھے رہتی ہے،خود سے عجیب وغریب باتیں کرتی ہے،ان دیکھے مہمانوں کا انتظار کرتی ہے اور ایسے حیرت انگیز اور خوف ناک مکالمے بولتی ہے جسے پڑھ کر قاری یک دم خوف اور حیرت میں ڈوب جاتا ہے دراصل یہی خوف اور حیرت جادوئی حقیقت نگاری کا حصہ ہے:

''مختار بیگم مجھے مڑ کر دیکھنے دو۔'' عاشق علی نے کہا۔اس کی آواز میں شدید جسمانی اذیت کا ارتعاش تھا، جسے ہوا کا شور بھی دبا نہ سکا تھا۔

''نہیں۔'' نرس مختار نے کہا۔اس کی 'نہیں' ہوا میں کیل گاڑنے کی آواز تھی۔

''مگر کیوں۔'' عاشق علی کراہا۔

''مڑ کر دیکھو گے پتھر بن جاؤ گے۔''(۱۶)

پیرانائیڈ عورت ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت ہے یہ ناول کا عجیب وغریب کردار ہے، جو ڈاکٹر ناصر کے نفسیاتی مریضوں کے اسپتال میں زیر علاج ہے۔وہ ایسی ایسی کہانیاں سناتی ہے جسے سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔وہ اپنے خاوند سے الگ رہتی ہے اس کا کہنا ہے کہ اس کے شوہر نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے زہریلی شعاعیں نکلتی ہیں یہ شعاعیں اس کے شوہر کی جاسوس ہیں جو اس کی زندگی کا عرق کھینچتی ہیں یہ سب کمپیوٹرائز ہو رہا ہے۔پیرانائیڈ عورت رات بھر ان جاسوسوں کو مارتی رہتی ہے مگر وہ صبح پھر اس کے سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں۔اس طرح وہ رات بھر بچے جنتی ہے اور مار دیتی ہے۔اس کردار اور واقعے کے ذریعے مرزا اطہر بیگ نے علمیاتی جادوئی حقیقت نگاری کی جھلک پیش کی ہے کہ جدید دور میں کمپیوٹر اور جدید مشینیں ایک ایسی ایجادات ہیں جو انسانی ذہن اور جسم کو قابو کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور جدید دور میں سائنسی ایجادات نے انسانی شناخت کو سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔

ناول غلام باغ میں خوابوں کا عمومی رجحان بھی ملتا ہے۔خواب نا کی کے عمل سے حیرت اور پر اسراریت کی گہرائی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔جادوئی حقیقت نگاری میں خوابوں کا استعمال بنیادی خصوصیت کا حامل ہے،جیسے یاور حسین کا خواب جب اس کی ماں ایک بھوری بلی بن جاتی ہے اور وہ اس کی کھال میں گھستا چلا جاتا ہے، پیرانائیڈ عورت کے خواب جو اپنے جاسوسوں کو خواب میں ہلاک کرتی ہے اس کے علاوہ زہرہ کا خواب جس میں امبر جان کا سر کٹا دیکھتی ہے کٹا ہوا سر اسے دیکھتا ہے قہقہے لگاتا ہے۔یہ خواب ماورائیت اور پر اسراریت سے بھرا ہوا ہے:

زہرہ نہیں جان پاتی کہ سر کیسے کٹتا ہے۔کٹا ہوا سر اس کے قدموں میں گرتا ہے۔وہ دہشت سے پیچھے ہٹتی ہے۔دیکھتی ہے وہ امبر جان کا سر ہے۔جو آنکھیں کھولے اسے دیکھتا جاتا ہے۔باتیں کرتا ہے۔۔۔کٹا ہوا سر قہقہے لگاتا ہے اور زہرہ چیختی ہے اور زہرہ خواب کے بعد خواب کے در میں پھیلی نیستی کی تاریک دھند میں گم ہو جاتی ہے۔(۱۷)

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ جادوئی حقیقت نگاری میں مافوق الفطری عناصر سے اجنبیت کی فضا بنائی جاتی ہے جس کی وجہ سے قاری حقیقی دنیا سے قطع تعلق ہوکر طلسمی دنیا میں گم ہو جاتا ہے جہاں جنات اور روحوں کی ایک دنیا ہوتی ہے جو خوف زدہ بھی کرتی ہے اور ایک مدھم سی بشاشت کا احساس بھی دلاتی ہے۔اس طرح ناول میں مافوق الفطری واقعات اور طلسمی ماحول سے پُر اسراریت پھیل جاتی ہے اور قاری طلسمی دنیا میں کھو جاتا ہے۔مدعلی کسی غیر مرئی طاقت کی زد میں نواب ثریا کا قتل کرتا ہے، عاشق علی، جوان عورت پر جن چڑھنے کے واقعے کو یاد کرتا ہے، یاور عطائی کی محفل میں رنگو، کرنل کے بدروح کو دیکھتا ہے۔یہ تمام واقعات ہندوستانی معاشرے کا حصہ ہیں۔ناول میں ہی ہاف مین اپنی تحقیقی مقالے ''غلام باغ کا معمّہ'' میں مہا پدم کی کہانی کو بیان کرتا ہے جو ماورائی قوت کی عکاسی کرتی ہے:

> ''اس کی رانی جو حاملہ تھی، دیوتاؤں سے انصاف کی طالب ہوئی ہے اور ایک رات اس نے وقت سے پہلے ہی ایک بچے کو جنم دیا جو دراصل انسان نہیں بلکہ ایک راکھشس تھا اور ایک رات میں وہ بچہ اتنا قوی ہیکل اور دیو قامت ہو گیا کہ محل کی دیواریں اسے سمیٹ نہ سکیں۔رانی کے خواب گاہ کے علاوہ سب کچھ برباد ہو گیا اور پورا محل ایک کھنڈر بن گیا۔''(۱۸)

دراصل راکھشس، دیوی، دیوتا، جادوگر، سائیں، اور مجذوب وغیرہ ہندوستانی معاشرے کا ایک مکمل اور مضبوط مذہبی پہلو ہیں جس پر اندھا اعتقاد کیا جاتا ہے اسی وجہ سے لوگ با آسانی اس کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔جب کہ مانگر جاتی قبیلے کی کہانیاں، جو سانپ، چھپکلی، کتے بلے اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں اور جہاں بھورا بخار ہوتا ہے اور وہ اپنی داستان سنانے لگ جاتا ہے اس میں بھوری مائی اور اس کا غلام، جن کا بھورا بادشاہ عجیب وغریب پتلے بناتا ہے، پیرانائیڈ عورت کی کہانی جو ہر رات بچے جنتی ہے، نرس مختار جو سب جانتی ہے، کبیر کا نیلا رجسٹر جو ایک عجیب وغریب اور انوکھی اور ان دیکھی دنیا کی

وارداتوں پر مشتمل ہے اور مجسم کردار کی صورت میں نظر آتا ہے، ہاف مین اور ثریا کی موت کا منظر،ٹھگوں اور دیوتاؤں کی کہانیاں، جل پتھری اور چٹا سائیں اور مدد علی، خزانہ اور سنہرا سانپ وغیرہ کی انہونی کہانیوں سے بھرا ہوا پلاٹ ایک طلسمی دنیا دکھاتا ہے جو ہماری کی حقیقی دنیا سے ہم آہنگ ہے۔ اس دنیا کے غیر معمولی صلاحیتوں والے کردار، ان کے باتیں، کام اور ان کی جادوئی دنیا اجنبی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یہ تمام واقعات اور کردار ہماری مذہبی اور ثقافتی دنیا سے منسلک ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مرزا اطہر بیگ نے غلام باغ کے ذریعے مابعد نوآبادیاتی صورت حال کو بیان کیا ہے۔ وہ ہندوستان کی متضاد معاشرت پر طنز کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کا ایک موضوع سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقوں کی اصلیت کو بے نقاب کرنا بھی ہے اور اسی وجہ سے اس میں طبقاتی نظام کے خلاف غصہ، نفرت اور انتقامی رویہ نظر آتا ہے۔ تاہم جہاں تک جادوئی حقیقت نگاری کا تعلق ہے، تو غلام باغ میں جادوئی نگاری کا ثقافتی مذہبی پہلو غالب ہے مگر علمیاتی جادوئی حقیقت نگاری کا مختصر پہلو بھی دکھائی دیتا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری میں قدیم اور جدید کے امتزاج سے غلام باغ میں طلسمی ماحول تیار کیا گیا ہے جو قاری کو حیرت زدہ کر دیتا ہے یہی جادوئی حقیقت نگاری کا خاصہ ہے جسے مرزا اطہر بیگ نے بڑی مہارت سے برتا ہے۔

حواشی

١۔ میگی این بوورز (Maggie Ann Bowers)، *Magical Realism* (لندن: روٹلیج، ۲۰۰۴ء)،ص ۱۹۴

۲۔ عبدالعزیز ملک، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء)،ص ۱۴۳

۳۔ سہیل احمد خان، منتخب ادبی اصطلاحات (لاہور: جی سی یونی ورسٹی، شعبہ اردو، ۲۰۱۰ء)،ص ۱۲۸

۴۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، http://www.britannica.com، تاریخ ملاحظہ: ۱۱ جون ۲۰۲۳ء

۵۔ عبدالعزیز ملک، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری،ص ۱۴۳

٦۔ اوکسفرڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز (یوایس اے: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۸ء)،ص ۲۱۰

۷۔ عبدالعزیز ملک، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری،ص ۲۹۵

۸۔ جے اے کڈن (J. A. Cudden)، *Dictionary of Literary Terms and Literary Theory* (یوکے: پینگوئن بکس، ۱۹۹۸ء)،ص ۴۸۸

۹۔ http://Elements of Magical Realism, agenty stuff, craft, I like, MSWL, querying, recent, storytelling, writing/ 27 comments، تاریخ ملاحظہ: ۲۹ ستمبر، ۲۰۱۵ء

۱۰۔ مرزا اطہر بیگ، غلام باغ (لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء)،ص ۴۲۹

۱۱۔ ایضاً،ص ٦۴

۱۲۔ ایضاً،ص ۲۲۷

۱۳۔ ایضاً،ص ٦۸۷

۱۴۔ ایضاً،ص ۱۴۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۸۸
۱۶۔ ایضاً، ص ۱۲۷
۱۷۔ ایضاً، ص ۳۰۱
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۰۱

مآخذ

۱۔ بوورز، میگی این (Bowers, Maggie Ann)، *Magical Realism*، لندن: روٹلیج، ۲۰۰۴ء
۲۔ بیگ، مرزا اطہر، غلام باغ، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء
۳۔ کڈن، جے اے (Cudden, J. A.)، *Dictionary of Literary Terms and Literary Theory*، یو کے: پینگوئن بکس، ۱۹۹۸ء
۴۔ خان، سہیل احمد، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور: جی سی یونی ورسٹی، شعبہ اردو، ۲۰۱۰ء
۵۔ ملک، عبدالعزیز، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء

لغات

۱۔ او کسفرڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز، یو ایس اے: او کسفر ڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۸ء

ویب گاہیں

1. http://Elements of Magical Realism, agenty stuff, craft, I like, MSWL, querying, recent, storytelling, writing/ 27 comments
2. http://www.britannica.com